عربی ادب کی اہم صنف "نعت گوئی"

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی

نعت: ۔ ہر اس کلام کو جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت وثنا بیان کی جائے اسے نعت کہتے ہیں۔ اس میں نظم کی کوئی قید نہیں۔ اگر نثر بھی اس معیار پر پوری اترے تو اسے نعت ہی کہنا چاہئے۔ لیکن آج کل صرف نظم ہی کو نعت کہا جاتا ہے۔ اور اس کا رواج زیادہ ہے۔ نعتیہ مضامین تمام اصناف سخن میں موجود ہیں اور ہر صنف میں متعدد کتابیں شعراء نے لکھی ہیں مگر غزل اور قصیدے کا رواج اس باب میں زیادہ مقبول رہا ہے۔

رسول کریمؐ کی تعریف کیلئے آپ کی ذات والاصفات سے آگہی لازمی اور ضروری ہے، آپ کے حسن و رعنائی کے چشمہ تک پہنچنا واجب ہے، اور یہ جاننا ناگزیر ہے کہ آپ کی ذات گرامی وہ ذات ہے جس کے افعال محمودہ اور صفات نے آپ کو مقام محمود کی بلند ترین مسند پر بٹھادیا اور مقام محمود وہ مقام ہے جہاں آدمی حزن وخوف سے بالاتر ہوجاتا ہے۔ حضورؐ تو اس مقام پر فائز ہیں ہی، ان کا ذکر بھی ان کے مداحوں کو حزن وملال اور خوف وہراس سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

حقائق بابانگ دہل اور کھلے عام اعلان کر رہے ہیں کہ آمنہ کے لخت جگر اور عبداللہ کے نور نظر حضرت محمدؐ کی نعت گوئی کوئی آسان کام نہیں۔ جس کی ثناخوانی خود خالق کائنات فرمائے اور جس کی نعت میں بائے بسم اللہ سے سین والناس تک کلام الٰہی کا ایک ایک شوشہ اور نقطہ رطب اللسان ہو اس کے فضائل ومحاسن وکمالات کو کون بیان کرسکتا ہے۔ انسان تو انسان یہ فرشتوں کے بس کی بھی بات نہیں۔ صاحب سیرۃ النبیؐ مولانا شبلی نعمانیؒ نے اس حقیقت کا اظہار ان اشعار میں اس طرح کیا ہے۔

فرشتوں میں یہ چرچا تھا کہ حال سرور عالم
دبیر چرخ لکھتا یا تو خود روح الامین لکھتے
ندا یہ بارگاہ عالم قدوس سے آئی
کہ یہ کچھ اور ہی شے ہے اگر لکھتے ہمیں لکھتے

لہٰذا جس بارگاہ میں نذرانہ عقیدت اور خراج محبت جلیل القدر نبیوں اور رسولوں نے پیش فرمایا ہو، اس کے دربار عرش وقار میں اگر کچھ عرض کرنے کا شرف حاصل ہوجائے تو اس سے بڑی سعادت

ورحمت اور کیا ہوسکتی ہے۔اس دربار گہر بار کے خصوصی نعت خواں حضرت حسانؓ بن ثابت کے ارشاد میں حقیقت ہی حقیقت ہے۔

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمدٗ

جس ذات گرامی کی نعت سے عہدہ برآ ہونے میں اپنے عجز وقصور کا اعتراف بڑے بڑے علماء، فضلا، مشائخ صاحبان علوم معارف ودانایان اسرار ورموز کرتے آئے ہوں اور حضرت جامی کی زبان میں یہ اعتراف صاف طور سے کررہے ہوں۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اگران کا نام مبارک ہی پورے ادب واحترام سے زباں پر آجائے تو یہی بہت بڑی نعت ونعمت ہے۔ عقیدت ومحبت کی اس کسوٹی پر بھی اترنا ہرایک کے بس کا نہیں۔جیسا کہ عرفی شیرازی نے کہا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

پھر علامہ اقبال کے ان فرمودات کی روشنی میں کہ

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں ، وہی یٰس ،وہی طٰہٰ

اور آخر میں غالب کے الفاظ میں اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے ۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم
کاں ذات پاک مرتبہ محمد است

نعت گوئی: نعت گوئی کی ابتداء کب ہوئی؟ پہلی نعت کب اور کس نے کہی؟ اس کا تعین کرنا دشوار ہے۔البتہ اس میں شک نہیں کہ اسلام کے ابتدائی دور ہی میں نعت گوئی کا سلسلہ جاری ہو چلا تھا۔عرب کے نعت گوشعراء میں حسانؓ بن ثابت کا نام سرفہرست ہے۔وہ سرور کائنات کی شان میں اشعار لکھا کرتے تھے اور خود خدمت اقدس میں حاضر ہوکر سناتے۔ نبی کریمؐ ان کے اشعار سن

کر خوش ہوتے تھے۔ لیکن مجھے عرض کرنے دیجئے کہ حضورؐ کا ذکر جمیل اس کھلے آسماں کے نیچے اور عرش اعظم کی بلندیوں پر کس لحہ نہیں ہوا۔ رب کریم نے آپ کو بشارت عظمٰی سے سرفراز فرما کر "رَفعنَا لَکَ ذِکرَکَ" کا بلند ترین درجہ عطا فرمایا۔ اس "رفع ذکر" کا سلسلہ تو نور محمدی کی تخلیق کے ساتھ ہی شروع ہو گیا اور اس لحہ سے جب لوح محفوظ پر آپ کے اسماء گرامی محمدؐ اور احمدؐ ثبت کئے گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ازل کے روز سے جاری ہے افسانہ محمدؐ کا
رہے گا تا ابد اعزاز شاہانہ محمدؐ کا

اس میں کوئی شک نہیں کہ عبد کو معبود سے اگر کسی نے ملایا تو وہ حضورؐ کی ہی ذات بابرکات ہے۔ آپؐ ہی کے وسیلہ سے حقیقت کبریٰ تک رسائی ممکن ہے اور یہی مفہوم رسالت اور سچی دل آویز مدح وثنا کا سرچشمہ ہے اور ایمان کی بات بھی یہی ہے کہ جب تک حضورؐ کی ذات گرامی سے والہانہ شیفتگی اور شدید جذباتی وابستگی نہ پائی جاتی ہو کامیاب نعت کہنا ناممکن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کامیاب نعت وہی ہے جس سے حضورؐ والا کی متحرک حیات طیبہؐ اپنی تمام آب وتاب اور اپنے تمام محاسن کے ساتھ جلوہ گر ہو کر دامن دل کھینچنے لگے۔

جب عشق سرمدی کے اس مصدر ومحور سے فنکار اپنا رشتہ جوڑتا ہے تو ایسی نعت پیدا ہوتی ہے جس کا ہر لفظ روح کی اتھاہ گہرائیوں میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال حضرت حسانؓ بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن مالک کا وہ نعتیہ کلام ہے جس کا تعلق نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے ہے۔ جناب کعبؓ بن زہیر کی شاعری اور مشہور قصیدہ جو قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے اور جس کے اس شعر کو سن کر

ان الرسول لنور یستضاء به
مهند من سیوف الله مسلول

حضور نبی کریمؐ نے اپنی چادر مبارک جو آپؐ اس وقت اوڑھے ہوئے تھے، حضرت کعب کو عطا فرما دی، سچے اور گہرے جذبات کی ناقابل تردید مثالیں ہیں۔ یہ اور اسی طرح کی بہت سی عربی نعتیہ شاعری اپنے سچے جذبات اور تاثیرات کے لحاظ سے حب رسولؐ کی جیتی جاگتی تصویر اور زندہ مثال ہے

جب نیّر اسلام کی شعاعیں ایران پہنچیں اور وہاں کے ارباب شعر وسخن نے نظم گوئی کی طرف توجہ کی تو نعت میں بھی قابل قدر گل فشانیاں کی گئیں۔ ان صاحبان عزت وتکریم میں شیخ سعدیؒ،

ملا حاجی، اور حاجی محمد جان قدسیؒ کے نام زیادہ روشن ہیں جن کے رشحات فکر آج بھی لوگوں کے لئے حد درجہ روح پرور ہیں۔ خصوصاً قدسی کی ایک غزل اکثر خادمان بارگاہ رسالت کی زبان پر ہے جس کی مطلع ہے۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

قدسیؒ نے خدا جانے کس والہانہ کیفیت میں یہ غزل قلمبند کی تھی کہ محبان رسولؐ کے دلوں میں گھر کر جاتی ہے اور مطلع سنتے ہی دل جوش وعقیدت سے تڑپنے لگتا ہے۔ قدسی کی مذکورہ غزل کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ اردو کے اکثر نعت گو شعراء نے اس کی تضمینیں کی ہیں اور ان تضمینوں کا مجموعہ "حدیث قدسی" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے اردو شعراء کو نعتیہ شعری کی طرف جس قدر توجہ دینی چاہئے تھی نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم خالصتاً نعت گو شعراء کے نام انگلیوں پر گن سکتے ہیں یوں تو بلا شبہ سارے ہی اردو شعراء نے نعتیں کہیں ہیں لیکن اس سے اس اہم اور وسیع ترین شعبہ فن کا حق ادا نہیں ہوتا میں نے اب تک نعتیہ شاعری کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے۔ اس میں نعت کو ایک مخصوص vocabulary کا پابند اور رہی مضامین تک محدود پایا ہے۔ فقط مولانا حالی کی مسدس "مدوجزر اسلام" ایک نعتیہ دستاویز ہے جس میں نعت گوئی روح عصر سے ہمکنار نظر آتی ہے۔ یا اس کے بعد کا ایک بہت ہی قلیل نعتیہ سرمایہ ہماری توجہ کا مرکز بنتا ہے جس میں محسن کاکوری کا نعتیہ قصیدہ اور مولانا ظفر علی خان کا بیشتر کلام شامل ہے۔ اقبال کی شاعری کے بہت سے حصے جدید نعت کے ضمن میں ضرور آتے ہیں لیکن جزوی طور پر، کیونکہ ان کے ساتھ بہت سی دوسری فکریں اور جدلیاتی صداقتیں شامل ہو جاتی ہیں۔(۱)

فارسی اور اردو میں زیادہ تر نعتیں حضورؐ کے سراپا، حسن و جمال اور ظاہری خدوخال کے گوشوارے معلوم ہوتی ہیں پھر ان نعتوں میں ایک اور کہ حضورؐ کی شان میں یا تو غلو برتا گیا ہے یا پھر ان کی حیات آفریں اور عمل انگیز شخصیت کے برعکس انفعالی احساسات کو ہی نعت کے مترادف سمجھ لیا گیا ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی نے نعت گوئی کے ذیل میں صرف قرآن حکیم کو معیار اور نور ہدایت قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک گو حضور اکرمؐ رجولت کاملہ کے بہترین مظہر تھے لیکن اس کے باوصف قرآن مجید میں آپ کے روحانی اور اخلاقی فضائل ہی مذکور ہیں۔ اس لئے ان کے خیال میں نعت گوئی کا

صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا تتبع کیا جائے۔ عبدالسلام ندویؒ کے انہیں خیالات کی دل نشیں صدائیں بازگشت ہمیں پاکستان کے مشہور صاحب قلم ممتاز حسن کے یہاں بھی سنائی دیتی ہے(۲)
وہ لکھتے ہیں ''صفات رسالت صرف پیکر نبویؐ کے حسن و جمال کا نام نہیں۔ یہ نام ہے اس خلق عظیم کا جو ساری نوع انسانی کیلئے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے، ہم مقصد بعثت سے اس وقت تک واقف ہی نہیں ہو سکتے جب تک حضور خیر البشر کی سیرت کے مختلف پہلو منکشف نہ ہوں۔ جناب رسالتمآب کی زندگی تمام انسانوں کیلئے قابل تقلید نمونہ ہے..... اگر رسول کی زندگی چند مافوق الفطرت واقعات کا مجموعہ ہو کر رہ گئی ہوتی اس میں عام انسانوں کی رنج و راحت، مسرت و غم، مصیبت و کامرانی یہ سب موجود نہیں ہوتے تو ہم بحیثیت انسان اس زندگی سے کوئی سبق نہیں سیکھ سکتے'' (۳)

حب رسول اکرمؐ کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ نعتوں میں حضور اقدسؐ کی بشر دوستی، حلم و بردباری، عدل و انصاف، رحمت و شفقت، صبر و شکیبائی اور دانش و بینش کو تہذیب کے اعلیٰ نمونہ کے طور پر پیش کیا جائے۔ حضور اقدسؐ کے ان اوصاف حمیدہ کو دیکھ کر ان سے قلبی وابستگی پیدا ہونا فطری عمل ہے اور یہی نعت گوئی کا اصل مقصد ہونا چاہیے، ممتاز حسن نے اسی بصیرت افروز حقیقت کو یوں اجاگر کیا ہے۔

''میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تاثر ہمیں رحمۃ للعالمین کی ذات گرامی کے قریب لائے۔ جس میں حضورؐ کی مدح ہو یا حضور سے خطاب کیا جائے۔ صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں پیکر نبوی کے صوری محاسن سے لگاؤ کے بجائے مقصد نبوت سے دل بستگی پائی جائے۔ جس میں رسالتمآب سے صرف رسمی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضور سے ایک قلبی تعلق موجود ہو۔ وہ مدح یا خطاب بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ اور وہ شعر نظم ہو یا غزل، قصیدہ ہو یا مثنوی، رباعی ہو یا مثلث، مخمس ہو یا مسدس۔ اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ نعتیہ کلام کی معنوی قدر و منزلت کا دارومدار اس کے نفس مضمون پر ہے۔ اگر اس کا مقصد ذات رسالت کی حقیقی عظمت کو واضح کرنا اور سرور کائنات کی بعثت کی جو اہمیت نوع انسانی اور جملہ موجودات کیلئے ہے اسے نمایاں کرنا ہو تو وہ صحیح طور پر نعت کہلانے کی مستحق ہے۔'' (۴)

اگر نعت کی صرف ادبی اور لسانی حیثیت ہی پیش نظر ہو تو عربی فارسی، اردو میں کثیر مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، مگر نعت تو نام ہے ایک مکمل ضابطہ حیات کے وضع و نفاذ کی پر خلوص پیش کش کا۔ ادبی اور لسانی عظمت ہی اگر نعت کا طرہ امتیاز ہے تو پھر عربی زبان کے جدید شاعر احمد شوقی کا نام لیا جاسکتا ہے جس کی میمیہ اس پہلو کی کامیاب عکاس ہے۔ مگر یہ نعتیہ قصیدہ ... محبت اور سپردگی

سے یکسر خالی ہے اور اس میں آورد ہی آورد ہے۔ اردو میں مومن کا نعتیہ قصیدہ

"چمن میں نغمہ بلبل ہے یوں طرب مانوس"

میں بھی مقصد تاثیر نہیں نمائش ہے۔(۵) اردو فارسی شعراء کے یہاں استادانہ صنعت گری کے ہی نمونے نہیں ملتے۔ ان کی نعتوں میں غلو اور کہیں کہیں سوءِ ادب کا بھی احساس ہوا۔ میرا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ایسا شعوری سطح پر ہوا۔ عقیدت اور اس کا جوش وغلبہ اپنی جگہ مگر نعت نبیؐ لکھنے میں نہایت حزم واحتیاط کی ضرورت ہے۔

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اگر کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"(۶)

"یہی نازک مقام ہے جس کا متوازن ادراک عہد جہانگیر کے جوانمرد شاعر عرفی کو تھا۔ اس کے دو شعر نعت گوئی کا بڑا خوبصورت معیار بن چکے ہیں۔ خصوصاً دوسرے شعر میں تو عرفی نے نعت اور قصیدے کے اسلوب کی یگانگت اور مماثلت کو بھی قطعی نامناسب قرار دیا ہے، یہ انتباہ ان لوگوں کیلئے بھی قابل توجہ ہے جو نعت کو "قصیدہ طور" بنانے کیلئے شعوری طور پر بلند آہنگ الفاظ اور دیگر پینتروں کا سہارا لیتے ہیں، تو خیر عرفی کے دو شعر ملاحظہ ہوں"

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کے رہ بردم تیغ است قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعت شہ کونین ومدیح کے وجسم را

اس نازک مقام کی خبر عزت بخاری کو بھی ہے وللہ در ما قال۔

ادب گا ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

مگر اس کے باوجود یہ تلخ حقیقت ثابت ومسلم ہے کہ ہمارے بعض شعراء نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا محسن کاکوروی نے اس غلو سے کام لیکر خالق ومخلوق کی دوئی ہی کو مٹا ڈالا۔

کہاں اب جبہ سائی کیجئے کچھ بن نہیں پڑتا
احد کو کیجئے یا احمد بے میم کو سجدہ

جبکہ یہ تذبذب اس برگزیدہ کائنات سے متعلق ہے جس نے دوٹوک فرمادیا تھا کہ لائق سجدہ صرف ذات حق تعالیٰ ہے۔

اسی احمد بے میم کا ذکر اقبال نے بھی اپنے کلام میں کیا گو کہ بعد میں اسے سوءِ ادب کے پیش نظر رد کر دیا۔

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ میم کو اٹھا کر
وہ بزم یثرب میں آکر بیٹھیں ہزار منہ چھپا چھپا کر

نیز یہ شعر۔

پیرہن عشق کا جب حسن ازل نے پہنا
بن کر یثرب میں وہ اپنا خریدار آیا

جگر جیسا محتاط شاعر بھی کبھی کبھی لغزیدہ پائی کا مرتکب ہوجاتا ہے

اے آنکہ ۔ دروں پردۂ راز
از خویش را خویشتن رسیدہ

ابھی تک میں نے جو عرض کیا ہے اس سے قارئین کو نعت گوئی کے سلسلہ میں ہونے والی بے اعتدالیوں کا کسی حد تک انداز ہو گیا ہوگا اور کامیاب نعت کے لوازم کا ادراک بھی، لیکن میری ان گزارشات سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ فارسی یا اردو نعت گو شعراء کے یہاں وہی کچھ ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ ان شعراء کے یہاں معجزات وخوراق، حضور کی سراپا نگاری ارتوصیف کے ضمن میں غلو واغراق سے قطع نظر قابل اعتناء سرمایہ بھی ہے۔(۷)

اس کا فن: جیسا کہ اوپر عرض کیا جاچکا ہے "مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق حضور اکرمؐ کی ذات وصفات کا اظہار ممکن ہی نہیں۔ آپ کی ذات مبارک کی صحیح تعریف صرف معبود حقیقی ہی کر سکتا ہے۔ اس لئے آپ کی ذات کو خود موضوع بنانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا ہر ماوراء الطبع کا بیان۔ اس عقیدے کا بنیادی نقطہ وہی جامی کا مصرع ہے۔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"۔ چونکہ حضور کی ذات اقدس مسجود ملائک آدم کی غایت اولیٰ ہے اور آپ کے خالق نے آپ کے احترام اور ادب کے مدراج مقرر کرکے آپ کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے اس لئے آپ کی ذات منبع عزت واحترام ہوگئی ہے اور یہ مقولہ مسلمانوں کا جزءِ ایمان بن گیا:۔

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

اس اعتبار سے نعت گوئی کا شرف کوئی آسان مرحلہ نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کوئی نعت گوئی کا فنی

التزام بھی نہیں رکھتے۔ وہ مرثیہ گوئی کی طرح کوئی ادبی اور فنی صنف نہیں اور نہ اس کیلئے کوئی فنی اسلوب مخصوص ہے۔ عام طور پر نعت گوئی کے دو کامیاب وسائل اور طریقے مقبول رہے ہیں ایک تو حضور کی ذات وصفات کی قرآنی تلمیحات اور تصوف کی اصطلاحات میں بیانیہ انداز کی مدح، جس میں آپ کے مدارج اور روحانی مراتب کا اظہار اس انداز سے ہوا ہو جیسے قصائد کی روشنی ہوتی ہے۔ اس میں شعراء کیلئے اپنی شعری کمالات دکھانے کیلئے بھی گنجائش نکل آتی ہے اور انداز مجلسی ہو جاتا ہے جیسے محسن کاکوروی کا کلام ہے کہ اردو شاعری میں اپنی انفرادیت منوائے بغیر نہیں رہتا۔ دوسرا اسلوب جو سب سے زیادہ مقبول ہے، یہ ہے کہ کوئی شاعر کسی بھی سنف میں حضور کی ذات سے اپنی والہانہ شیفتگی کی بنیاد پر ایسے پرخلوص انداز میں عقیدت کا اظہار کرے جس میں اس کے جذبات بھی اس سرمستی کا اظہار بن جائیں جیسا شاعر کا خلوص ہے۔ اس میں جامی کے علاوہ خسرو کی یہ غزل ایک مثالی مقام رکھتی ہے۔"

محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

اردو شاعری میں تو اس پائے کا ہرگز نہیں مگر خلوص اور جذبے کے لحاظ سے امیر مینائی، حسرت موہانی اور بعض شعراء کا کلام پیش کیا جا سکتا ہے(۸) میں اس مضمون کو طیش صدیقی کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

سلام اے وہ کہ تیری شان میں آدم سے تا ایندم
رہے ہیں مدح خواہ ہر دور میں فکر و نظر والے

حواشی و حوالہ جات

۱۔ الحاج عبدالحبیب احمد۔ مقدمہ مدحت خیر البشر
۲۔ تحسین فراقی، ماہنامہ سیارہ
۳۔ ....
۴۔ ممتاز حسین، خیر البشر کے حضور میں ص/ ۲۵
۵۔ تحسین فراقی ماہنامہ سیارہ
۶۔ احمد رضا خاں الملفوظ حصہ دوم ص/ ۴۰
۷۔ تحسین فراقی، ماہنامہ سیارہ
۸۔ شمیم احمد، رسول نمبر حصہ دوم، ص/ ۴۶۹